خلاصہ روداد جماعت اسلامی بابتہ ۴۸-۱۹۴۷ء

از قیم جماعت

(یہ اس رپورٹ کا خلاصہ ہے جو اس سال مارچ، اپریل اور مئی کے اجتماعات میں قیم جماعت نے پیش کی تھی)

جماعت اسلامی کی زندگی کا یہ سال شدید ناموافق حالات اور نہایت پُرخطر فضا میں گذرا۔ مئی ۱۹۴۷ء میں دارالاسلام پٹھانکوٹ ضلع گورداسپور میں جماعت کا سالانہ اجتماع ہی ایسے حالات میں منعقد ہوا تھا کہ فساد کی آگ امرتسر شہر سے بڑھ کر گورداسپور کے ضلع میں پھیلنی شروع ہوگئی تھی، پنجاب کے بڑے حصے میں قتل و خون ریزی اور لوٹ مار کے واقعات کھلم کھلا دن رات ہو رہے تھے اور پورے ضلع گورداسپور میں دفعہ ۱۴۴ نافذ تھی۔ گذشتہ دس پندرہ سال سے مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان جو قومی کشاکش، اخلاقی قیود سے آزاد سیاسی قیادتوں کے تحت برپا تھی وہ بڑھتے بڑھتے اب تعصب اور کشیدگی کی اس حد کو پہنچ گئی تھی کہ چھوٹے اور بڑے کی تمیز کے بغیر ہر مسلمان ہندوؤں اور سکھوں کے نزدیک اور ہر ہندو اور سکھ مسلمانوں کے نزدیک گردن زدنی ہو چکا تھا۔ قومی عداوت کے اندھے جوش میں اب یہ سوال باقی ہی نہ رہا تھا کہ کون آدمی کس قسم کا ہے اور کیا خیالات رکھتا ہے۔ پُرانے پرانے دوست اور صدیوں کے ہمسائے ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو چکے تھے۔ خون کی پیاس معصوم بچوں، قابل رحم بیماروں، زخمیوں اور بوڑھوں تک کو معاف کرنے کے لئے تیار نہ تھی۔ اور وہ مسلمان تک ہندوؤں اور سکھوں کی نگاہ میں قابل معافی نہ تھے جو سالہا سال سے اپنی قوم کے خلاف کانگریس کا ساتھ دے رہے تھے۔ ان حالات میں یہ سخت دشوار ہو گیا تھا کہ جماعت اسلامی غیر مسلموں سے خطاب

کرکے انھیں انسانیت، شرافت اور انصاف کی طرف دعوت دے سکتی۔ دوسری طرف یہ جماعت چونکہ خود مسلمانوں کی قومی تحریک سے بھی اسی طرح کنارہ کش تھی جس طرح کانگریسی وطن پرستی کی تحریک سے الگ رہی تھی، اس لئے قوم کے بجز ایک قلیل گروہ کے جو اسلام کے اصولوں کو فی الواقع سمجھتا اور اُن کا سچّا قدردان تھا، قوم کی قوم جماعت سے نا آشنا اور ناخوش تھی۔ اس لئے جماعت کے لئے یہ سخت مشکلات اور شدید آزمائش کا وقت تھا۔ مگر الحمد للہ کہ جماعت قلیل التعداد اور اس سے بھی زیادہ قلیل الوسائل ہونے کے باوجود نہ غیر مسلموں کے آلات حرب سے مرعوب ہوئی اور نہ اپنوں کے طعن و تشنیع سے، بلکہ نتائج سے قطع نظر خالصۃً خدا کے بھروسے پر اُس فریضے کی انجام دہی میں آخر تک مصروف رہی جو خدا کی طرف سے ہر مسلمان پر عائد ہوتا ہے۔ فسادات کے آثار ظاہر ہوتے ہی جو پالیسی جماعت نے اپنے لئے طے کی تھی وہ یہ تھی کہ:-

۱- ہم بندگانِ خدا کو فساد سے روکینگے اور انہیں بھلائی اور انصاف کی دعوت دینگے،

۲- جہاں فساد برپا ہو جائیگا وہاں بلا لحاظ قومیت مظلوم کو بچائیں گے اور ظالم کو ظلم سے باز رکھنے کی کوشش کرینگے،

۳- اگر خود ہم پر حملہ کیا گیا تو بزدلوں کی طرح جان نہیں دینگے بلکہ اپنی جان و مال اور عزت کے لئے لڑینگے،

۴- اور اگر کسی علاقے سے مسلمانوں کے قومی خروج یا اخراج کی نوبت آجائے تو اپنی جگہ چھوڑنے والوں میں ہم سب سے پہلے نہیں بلکہ سب سے آخری ہونگے۔

خدا کا شکر ہے کہ جماعت ہر جگہ اپنی اسی طے شدہ پالیسی پر کاربند رہی۔ پنجاب میں فسادات کے آغاز کے ساتھ ہی دارالاسلام کی مرکزی جماعت نے فساد کی روک تھام کا باقاعدہ پروگرام شروع کردیا تھا۔ اگرچہ یہ کام علاقے کے بعض ذی اثر حضرات اور خاص طور پر فسادی عناصر کو بہت ناگوار تھا، لیکن ان کے علی الرغم ہم نے دارالاسلام کے مذکورہ اجتماع سے فارغ ہوکر اس کام کو اور زیادہ منظم اور تیز کردیا۔ دارالاسلام کی بستی کی کل کائنات صرف بیس آدمیوں پر مشتمل تھی۔ ان کو چار پانچ و فود میں تقسیم

کرکے نواحی علاقے کے حلقے ان کے سپرد کردیئے گئے۔ چند ہی روز میں انہوں نے اپنے گرد و نواح کی بستیوں کو اس درجہ ہموار کرلیا کہ وہ فساد کی روک تھام اور دونوں قوموں کے تعلقات کو خوشگوار رکھنے کے کام میں ہمارے ساتھ تعاون کریں۔ ان بستیوں میں سے بجز دو تین کے سب کی سب تقریباً خالص ہندوؤں اور سکھوں کی بستیاں تھیں اور مسلمانوں کے جو چند گھر ان میں آباد تھے وہ غیر مالک لوگوں کے ہی تھے۔ ان بستیوں میں مشترکہ دفاعی کمیٹیاں اور کوریں قائم ہوگئیں اور راتوں کو مشترکہ پہرے لگائے جانے لگے۔ بلکہ یہاں تک طے ہوگیا کہ باہر سے آنے والے حملہ آور جس قوم کے لوگ ہوں گے بستی میں سے اسی قوم کے لوگ آگے ہوکر ان کا مقابلہ کریں گے تاکہ قومی عصبیت کا سوال پیدا ہی نہ ہونے پائے۔ چنانچہ بعض بستیوں میں موقع آنے پر عملاً ایسا ہی کیا بھی گیا۔

ہماری توجہ کے بڑے مراکز نواحی بستیوں میں یہ کام برابر جاری رہا لیکن ہماری توجہ کے بڑے مرکز پٹھانکوٹ اور سجان پور کے شہر تھے کیونکہ علاقہ میں فساد کا اصل انحصار وہیں کے حالات پر تھا۔ وہاں کے سرکردہ غیر مسلم اور مسلمان اصحاب کو قریب کرنے کی انتہائی کوشش کی گئی اور فضا کو ایک حد تک ہموار کر بھی لیا گیا۔ لیکن ۱۵ اگست کو تقسیم ملک کے اعلان اور اس کے بعد پٹھان کوٹ میں غیر مسلم پناہ گزینوں کی آمد نے دیکھتے ہی دیکھتے شہر کی فضا کو بالکل مکدر کردیا۔ اس کے ساتھ سیوا سنگھ اور دوسرے فسادی عناصر کے اس پروپیگنڈے نے کہ راوی کے اس پار ضلع سیالکوٹ میں ہندوؤں اور سکھوں کو بے دریغ قتل اور عورتوں اور بچوں کو زندہ جلایا جارہا ہے جلتی آگ پر تیل کا کام کیا۔ شہر کے غیر مسلموں نے جتھہ دار "کرپان سنگھ" کے فرضی نام سے شہر میں جگہ جگہ اشتہارات چسپاں کردیئے جن میں پٹھانکوٹ کے مسلمانوں کو نوٹس دیا گیا تھا کہ ایک ہفتہ کے اندر اندر شہر خالی کردو۔ حکومت کا رویہ پہلے ہی مشتبہ تھا مگر جب ان اشتہارات پر کوئی کارروائی نہ کی گئی تو کامل یقین ہوگیا کہ اس شرارت میں خود امن و انتظام کے ذمہ دار حکام بھی شریک ہیں۔

فساد کی ابتداء غیر مسلموں کی طرف سے پٹھان کوٹ شہر میں اشتعال انگیزیاں مسلسل جاری رہیں حتیٰ کہ ۱۰ اگست ۴۷ء کی رات کو شہر کے مضافات میں ایک مقام پر چند سوئے ہوئے مسلمان کسانوں پر نیزوں

تیروں اور بندوقوں سے مسلح ہو کر غیر مسلموں نے اچانک حملہ کر دیا جس میں ایک بچہ اور دو ساٹھ سالہ کے بڑے سے بہت بُری طرح مجروح ہوئے۔ اس حملے کا شور پہنچتے ہی شہر کے مسلمانوں میں سراسیمگی اور دہشت پھیل گئی اور صبح ہوتے ہی ملی جلی آبادی کے محلوں سے نکل نکل کر مسلمان اکثریت کے محلوں میں جمع ہونے لگے اور بعض سرکردہ اور دولتمند مسلمان بھاگنے کی فکر کرنے لگے۔ اس واقعہ کی اطلاع ملتے ہی امیر جماعت نے ہمارے پٹھان کوٹ والے وفد کو پٹھان کوٹ روانہ کیا تاکہ سارے واقعہ کی تحقیقات اور صحیح صورت معلوم کریں اور دونوں فریقوں کے رہنما لوگوں سے ملکر انھیں حالات پر قابو پانے کی طرف متوجہ کریں۔ یہ حضرات پٹھان کوٹ گئے، زخمیوں سے ہسپتال میں ملے، سارے حالات دریافت کئے، پولیس کے ہمراہ جائے وقوع پر بھی گئے اور یہ معلوم کر کے کہ اس واقعہ کی ساری ذمہ داری ہندوؤں پر تھی، ان کے سرکردہ اور سنجیدہ لوگوں سے ان کے گھروں پر جاکر ملے اور ان کی قوم کی زیادتی اور اس کے نتائج کی طرف ان کو توجہ دلائی۔ ہمارے رفقاء اسی روز غیر مسلموں کی بعض ٹولیوں سے بھی مخاطب ہوئے اور ان کے صالح عناصر کو اپنی ذمہ داریاں سمجھنے اور انجام دینے کی طرف متوجہ کیا۔

لیکن ہماری اس ساری کوشش کے باوجود شہر کے حالات بد سے بدتر ہوتے گئے۔ اگرچہ دونوں فریق ہماری بے غرضی، اخلاص اور نیک نیتی کے یکساں معترف تھے، لیکن پھر بھی غیر مسلموں کے نزدیک ہم بہرحال مسلمان تھے، اس لئے جو فتنہ انہیں برسوں پلایا گیا تھا وہ رنگ لایا۔ اور ۱۲ اگست ۱۹۴۷ء کو شام کے تین بجے کے قریب مسلمان محلوں پر غیر مسلموں نے پولیس اور فوج کے دیکھتے دیکھتے بے تحاشہ حملے شروع کر دئے۔ پولیس اور فوج نے کہیں ان کو روکنے کی کوشش نہ کی البتہ جہاں انہوں نے دیکھا کہ مسلمان کچھ مقابلہ کی طاقت رکھتے ہیں وہاں انہوں نے مداخلت کر کے مسلمانوں کو بے بس کر دیا۔ پھر کرفیو لگا دیا گیا۔ مگر وہ کرفیو صرف مسلمانوں کے لئے تھا تاکہ انہیں گھروں میں بند کر دیا جائے۔ غیر مسلم اس سے عملاً مستثنیٰ تھے اور ان کی ٹولیاں ہر طرف پھر رہی تھیں۔ ہمارے رفقاء عین اس وقت پٹھان کوٹ سے دارالاسلام واپس ہوئے جب کرفیو لگایا جا رہا تھا۔ انھوں نے جا بجا غیر مسلموں کی مسلح پارٹیوں کو سڑک پر متعین پایا جو علاقے میں دہشت پھیلانے اور باہر سے پٹھانکوٹ آنے والے مسلمانوں کو روکنے کے لئے بٹھائی گئی تھیں۔ اگلے

روز سارا شہر مسلمانوں سے خالی ہو گیا اور یہ سب پٹھان کوٹ ریلوے اسٹیشن کے باہر کھلے میدان میں بھیڑ بکری کی طرح جمع کر دئے گئے۔

دارالاسلام میں پناہ گزینوں کا اجتماع اس کے باوجود ہم نے ہمت نہ ہاری اور اپنی پوری قوت اس کوشش میں صرف کر دی کہ فساد پٹھان کوٹ سے باہر دیہات میں نہ پھیلنے پائے۔ خدا کا شکر ہے کہ ہم اس میں کامیاب رہے اور اس سارے علاقے میں جہاں ہم نے کام کیا تھا کوئی فساد نہ ہوا۔ لیکن حالات ایسے بگڑ چکے تھے اور باہم بے اعتمادی اس قدر بڑھ گئی تھی کہ ان بستیوں کے مسلمان از خود نکل نکل کر دارالاسلام اور قلعہ جمالپور (مکان چودھری نیاز علی صاحب) میں جمع ہونے لگے اور دو تین روز میں ہی ضلع گورداسپور کے شمال مشرقی علاقے میں بجز دارالاسلام کی ۱۲ گھروں پر مشتمل بستی اور قلعہ جمال پور کے، کوئی مسلمان بستی اپنی جگہ قائم نہ رہی۔ دارالاسلام میں ڈھائی ہزار اور نہر سے دوسری جانب چودھری نیاز علی خانصاحب کے مکان پر کوئی چھ ہزار کے قریب مسلمان پناہ گزین جمع ہو گئے۔ اب ہماری پوری توجہ پناہ گزینوں کی دیکھ بھال، خورد و نوش اور دفاعی انتظامات پر مرکوز ہو گئی۔ پناہ گزینوں میں سے خال خال لوگ اپنے ساتھ کچھ لے کے آئے تھے اس لئے جو تھوڑا بہت غلہ باہر سے آیا تھا اور جو ہمارے سٹور میں تھا سب کو یکجا کر کے ہم نے راشن کا باقاعدہ انتظام کیا اور غلے کی بہم رسانی کے لئے یہ بندوبست کیا کہ ہمارے ایک ایک دو دو آدمی پناہ گزینوں کے ساتھ ان کے مکانوں پر جاتے اور ان کے غلے اٹھوا لاتے، کیونکہ آس پاس کی بستیوں میں ہمارا اتنا اخلاقی اثر تھا کہ ہم عام بدامنی کے باوجود نہتے ان بستیوں میں چلے جاتے تھے اور پناہ گزینوں کے غلے اور دوسرے سامان ان کے ہاں سے اٹھوا لاتے تھے۔ بعض اوقات نواحی بستیوں کے شریف غیر مسلم مقامی مسلمانوں کی حفاظت سے اپنے آپ کو قاصر پا کر راتوں کو انھیں خود ہمارے پاس پہنچا جاتے تھے۔

دفاع کے لئے دارالاسلام کی بستی کے چاروں طرف فوجی طرز کے مورچے کھود لئے گئے تھے تاکہ اگر کوئی ایسا وقت آجائے تو لائسنس کی دو بندوقوں سے پورا فائدہ اٹھایا جا سکے۔

پہرہ ہر طرف چوبیس گھنٹے رہتا اور پہرے کی چوکیاں بستی سے باہر دور تک قائم کر دی گئی تھیں تاکہ خطرے کا قبل از وقت پتہ چلایا جا سکے۔

دارالاسلام پر حملے کی افواہ پورے علاقے کے مسلمانوں سے خالی ہو جانے کی وجہ سے حالات روز بروز خراب تر ہوتے جا رہے تھے حکومت بالکل معطل تھی۔ بلکہ ذمہ دار مقامی حکام خود فسادیوں کے حامی و مددگار تھے۔ چاروں طرف سے خبریں آنے لگیں کہ علاقے کا فسادی عنصر شرفا پر غالب آ رہا ہے اور دارالاسلام پر حملے کی تیاری میں مصروف ہے۔ نتیجۃً ہم نسبتاً زیادہ خبردار ہو گئے۔

۲۳ اگست ۴۷ء کو غروب آفتاب سے ذرا پہلے سرنا سٹیشن کی طرف سے ایک پناہ گزین نوجوان بے تحاشا بھاگتا اور شور مچاتا ہوا آیا کہ جتھہ آ گیا۔ اس کے ساتھ ہی امرتسر سے پٹھان کوٹ کی طرف جاتے ہوئے ایک ٹرک پر کچھ مسلمان گذرے اور دارالاسلام کے برابر سے گذرتے ہوئے انہوں نے شور مچایا کہ جتھہ آ گیا۔ اتنے میں قلعہ جمالپور کی طرف سے نعرہ ہائے تکبیر اور سرنا گاؤں کی طرف سے غیر مسلموں کے نعروں کی آوازیں آنے لگیں اور چند ہی منٹ بعد نہر کی جانب سے شور ہوا کہ ادھر سے جتھہ آ رہا ہے۔ بادل گھرا ہوا تھا۔ رات قریب تھی، چاروں طرف نعروں کا شور تھا، لیکن دارالاسلام کی بستی میں کامل سکوت تھا۔ البتہ ہر شخص اپنی جگہ بالکل چوکنا اور خبردار اور زندگی کے آخری معرکے کے لئے تیار تھا کیونکہ یہ بات تو بہر حال طے تھی کہ اگر ایسا وقت آ گیا تو چوہوں کی طرح نہیں بلکہ سچے مسلمانوں کی طرح فسادیوں سے اپنی قیمت وصول کر کے ہی مریں گے۔ الحمد للہ کہ یہ سارا شور ایک بے بنیاد ہنگامہ ثابت ہوا۔ نہ کوئی حملہ آور آیا اور نہ ہی کوئی جتھہ نمودار ہوا۔ بعد میں یہ حقیقت کھلی کہ محض جتھوں کی آمد کی خبریں اڑا کر مسلمانوں سے بڑے بڑے علاقے خالی کرائے جا چکے ہیں، اور اب یہی حربہ یہاں بھی آزمایا گیا تھا۔

عبدالرحمٰن صاحب کا قتل اگلا روز یعنی ۲۴ اگست ۴۷ء ہماری دارالاسلام کی زندگی کا

سخت ترین دن تھا۔ ہمارے چوکیدار عبدالرحمٰن صاحب بہاولپوری حسب معمول کچھ پناہ گزین عورتوں کا سامان ان کے گھروں سے نکلوانے کے لئے ایک قریبی بستی میں گئے اور اُن کا سامان دارالاسلام بھیج کر خود ایک دوسری بستی کی طرف روانہ ہو گئے۔ دوپہر تک جب وہ نہ آئے تو سخت تشویش پیدا ہوئی۔ آخر ظہر سے ذرا پہلے ایک پناہ گیر نے آکر اطلاع دی کہ عبدالرحمٰن کو اُس نے دارالاسلام کی حدود سے باہر زخمی اور بے حس و حرکت پڑے دیکھا ہے۔ امیر جماعت نے فوراً ہی سات آٹھ آدمیوں کو موقعہ کی طرف روانہ کیا اور ہدایت فرما دی کہ اگر عبدالرحمٰن میں زندگی کے کوئی آثار نہ پائے جائیں تو پھر انھیں بستی میں لانے کے بجائے اُدھر ہی قبرستان میں دفن کر دیا جائے تاکہ پناہ گزین، جو پہلے ہی ہراساں ہیں، دہشت زدہ ہو کر کوئی ایسی حرکت نہ کر بیٹھیں کہ فسادی اور دلیر ہو جائیں۔

عبدالرحمٰن کے سینے میں نیزوں کے کئی سوراخ اور ہاتھوں اور گردن میں کرپانوں کے کئی زخم تھے، لیکن الحمدللہ کہ ان کی پشت پر کوئی زخم نہیں پایا گیا۔ مرحوم شہید تھا اس لئے اسے اسی کے کپڑوں میں خون آلود دفن کر دیا گیا۔ جس گاؤں میں عبدالرحمٰن صاحب اس روز گئے تھے یہ سکھوں کا گاؤں تھا۔

اس واقعہ سے ہمیں معلوم ہو گیا کہ ہمارے اخلاق اور حسن سلوک کا سکھوں پر یا تو کوئی اثر ہوا ہی نہیں، یا اگر ہوا تھا تو وہ اب باقی نہیں رہا۔ ساتھ ہی یہ بھی یقین ہو گیا کہ دارالاسلام پر حملے کا اگر کوئی پروگرام ہے تو اس کے لئے آج کی رات سے موزوں رات اور کوئی نہیں ہو سکتی چنانچہ ہم نے دفاع کا تفصیلی نقشہ مرتب کر کے مورچوں کو مضبوط کیا اور سرِ شام ہی عورتوں اور بچوں کو امیر جماعت کے مکان میں جمع کر کے ہر صورت حال کے مقابلے کے لئے تیار ہو گئے۔ امیر جماعت نے عورتوں کو خطاب کر کے فرمایا کہ "شاید اہل دارالاسلام کی زندگی کا یہ آخری دن ہو۔ جب تک ہم میں سے ایک مرد بھی زندہ ہے دشمن انشاءاللہ تم تک نہ پہنچ سکیگا۔ لیکن اگر مرد خدانخواستہ ختم ہو جائیں تو تمہیں مومن عورتوں کی طرح کٹ مرنا ہوگا۔ نہ خودکشی کرنا اور نہ اپنے آپ کو زندہ کسی کے حوالہ کرنا۔ جو حملہ آور ہو اس کا مقابلہ کرو اور اپنی عزت کے لئے لڑ کر جان دیدو۔" یہ پوری رات

دارالاسلام کے مردوں اور عورتوں کے لئے بالکل محاذ جنگ کی سی کیفیت میں گذری۔ پناہ گزین عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو بالکل باطمینان سلادیا گیا، بلکہ ان میں سے اکثر کو اندازہ ہی نہ ہو سکا کہ ہم کن حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو رہے ہیں۔

یہ رات بھی خدا کے فضل سے بخیریت گذر گئی، لیکن اب حالات اس قدر خراب ہو چکے تھے کہ ہم نے فیصلہ کر لیا کہ زیادہ سے زیادہ دو روز اور انتظار کریں اور اس کے بعد قافلہ کی صورت میں چلدیں۔

لاہور سے مدد کی آمد اسی روز (۲۵ اگست ۱۹۴۷ء) شام کو عصر کے بعد ہمارے رفقاء لاہور سے ایک کنوائے کے ساتھ دو بسیں لے کر دارالاسلام پہنچ گئے۔ انہوں نے بتایا کہ ہم بہت مشکل سے دو بسیں لے کر آئے ہیں، دوبارہ مدد پہنچنے کی کوئی توقع نہیں، کنوائے صرف آدھ گھنٹہ ٹھیرے گا، اس لئے آپ لوگ عورتوں اور بچوں کو لے کر فوراً سوار ہو جائیں، سامان اور دوسری اشیاء کا خیال چھوڑ دیں، حالات حد درجہ خراب ہو رہے ہیں۔ لیکن ہم ڈھائی ہزار پناہ گزینوں کو اپنے ہاں پناہ دے چکے تھے اور یہ بھی فقط اللہ کے بھروسے اور اسی کی بخشی ہوئی قوت کے بل پر۔ اس لئے امیر جماعت نے فرمایا کہ جب تک پناہ گزینوں کی حفاظت کا تسلی بخش انتظام نہ ہو جائے یا ان کو ساتھ لے چلنے کا بندوبست نہ ہو جائے، ہم دارالاسلام سے نہیں جائیں گے، ہم نے انھیں خدا اور رسول کے نام پر پناہ دی ہے۔ ہم اپنے عہد کو انشاء اللہ ہر قیمت پر پورا کریں گے۔ آخر کار طے ہوا کہ عورتوں اور بچوں کو ان بسوں میں بھیجدیا جائے اور مرد سارے کے سارے دارالاسلام میں پناہ گزینوں کے ساتھ رہیں۔ چنانچہ اسی وقت ہم نے اپنی عورتوں اور بچوں کو، اور ان کے ساتھ جس قدر پناہ گزین عورتوں اور بچوں کو جگہ دی جا سکی انہیں سوار کر کے لاہور روانہ کر دیا۔ امیر جماعت اور جماعت کے باقی سارے مرد پناہ گزینوں کے ساتھ دارالاسلام میں ٹھہر گئے۔

دارالاسلام میں سرکاری پناہ گزین کیمپ کا قیام اور مرکز جماعت کا نقل مکان اب خطرہ دن بدن بڑھ رہا تھا۔ بارش تقریباً شب و روز ہو رہی تھی۔ عبدالرحمٰن کے قتل کے بعد باہر سے سامان خورونوش لانے کا سلسلہ بھی منقطع ہو چکا تھا۔ دن رات کی محنت اور راتوں کو

جاگنے کی وجہ سے کارکنوں کی صحتیں بھی گر رہی تھیں، اور مدد کی بجز خدا کے کہیں سے توقع نہ تھی۔ دارالحرب کی سی کیفیت پیدا ہو جانے کی وجہ سے نماز جمعہ موقوف کر دینی پڑی اور تمام نمازیں بھی صلوٰۃ خوف کی حیثیت سے ادا کی جاتیں۔ اب پھر ہم قافلے کی صورت میں چل پڑنے کا پروگرام سوچ ہی رہے تھے کہ ہماری کسی تحریک یا درخواست کے بغیر ہی دارالاسلام اور قلعہ جیا پور کو سرکاری کیمپ قرار دے دیا گیا اور ۲۹ اگست کی شام کو فوج نے آکر دونوں جگہ کا چارج لے لیا۔ اس طرح سے پناہ گزینوں کی حفاظت کی جو ذمہ داری ہم نے اٹھائی تھی اللہ تعالیٰ نے اس سے ہمیں بخیر وخوبی سبکدوش فرما دیا۔

اسی روز شام کو خدا کی مدد پہنچ گئی۔ لاہور سے ایک اور فوجی قافلہ کے ساتھ غازی صاحب تین بسیں لے کر آگئے۔ ہم نے اپنے کپڑے، ضروری برتن، مکتبہ کی کتابوں کا بڑا حصہ، اور جماعت کا دوسرا زیادہ سے زیادہ سامان لادا۔ اپنے تین رفقاء (احسان الحق صاحب، اعظم ہاشمی صاحب اور محمد صاحب) کو پناہ گزینوں کی ڈھارس بندھانے اور جماعت کے بقیہ سامان کی حفاظت کے لئے دارالاسلام میں چھوڑا، اور جتنے پناہ گزینوں کو ساتھ لیا جا سکا انھیں ساتھ لے کر ۳۰ اگست ۱۹۴۷ء بروز ہفتہ صبح آٹھ بجے کے قریب دارالاسلام سے لاہور روانہ ہو گئے۔ اس کے بعد پھر دارالاسلام سے ہمارے ذاتی یا جماعت کے سامان میں سے کوئی چیز نہیں لائی جا سکی۔ صرف ہمارے وہ رفقاء جو پیچھے چھوڑے گئے تھے، ایک قافلہ کے ساتھ بخیریت آگئے۔ اس طرح سے ترجمان القرآن کا پورا ذخیرہ، مکتبہ جماعت کی گیارہ ہزار ایک سو اٹھارہ روپے چار آنے کی کتابیں، امیر جماعت کی لائبریری کی بہت سی نایاب کتابیں، دارالاسلام کی تقریباً پوری لائبریری، اور جماعت کا بہت سا سامان وہیں رہ گیا۔ اس سارے سامان کی قیمت کا اندازہ ستر ہزار روپے ہے۔

مشرقی پنجاب کے دوسرے حصوں میں جماعت کا کام مرکز کے علاوہ جماعت کے کارکن مشرقی پنجاب میں جہاں جہاں بھی تھے، یا جہاں جہاں وہ پہنچ سکے، انھوں نے ہر جگہ فساد کو روکنے کی انتہائی کوشش کی، اور جب فساد پھوٹ پڑا تو انہوں نے مسلمانوں کے بچانے، ان کی ہمت بندھانے اور انہیں بخیریت نکال لانے میں اپنی حد استطاعت تک پوری قوت صرف کر دی۔ گورداسپور، امرتسر، فیروزپور،

جالندھر، حصار اور گوڑگانوہ کے اضلاع میں اور ریاست کپورتھلہ میں مختلف مقامات پر جماعت کے ارکان اور ہمدرد موجود تھے۔ ہر جگہ ان کا ایک ہی طرزِ عمل رہا۔ انہوں نے آخر وقت تک فسادی عناصر کو انسانیت اور شرافت کی راہ دکھلانے کی کوشش کی اور بعض مقامات پر شریف غیر مسلموں نے بھی ان سے تعاون کیا۔ فساد کے دوران میں انہوں نے اپنے اخلاقی اثر سے اور اپنی جرأت سے نہ صرف اپنے آپ کو بچایا بلکہ ہزاروں مسلمانوں کی حفاظت کی۔ کسی جگہ بھی بھاگنے والوں میں وہ سب سے پہلے نہ تھے۔ بعض مقامات پر انہوں نے مسلمانوں کو منظم کر کے ظالموں کا پورا مقابلہ کیا۔ بعض مقامات پر وہ کیمپوں میں مسلمانوں کی خدمت کرتے رہے۔ بعض مقامات سے وہ مسلمانوں کو اپنے ساتھ لے کر نکلے۔ بعض مقامات پر وہ آخر وقت تک مسلمانوں کو بحفاظت نکالتے اور پاکستان روانہ کرنے میں لگے رہے اور خود سب کے آخر میں نکل کر آئے۔ اس کے باوجود الحمد للہ کسی کی جان اور عزت پر آنچ نہ آئی۔ صرف جموں اور دارالاسلام میں دو آدمی شہید ہوئے۔

مغربی پنجاب میں غیر مسلم مظلومین کی امداد یہ تو جماعت کے اس کام کی مختصر رپورٹ ہے جو فسادات کے دوران میں مشرقی پنجاب میں کیا گیا۔ لیکن چونکہ اس کی تہ میں کوئی قومی تعصب کار فرما نہ تھا بلکہ ہم پہلے فیصلہ کر چکے تھے کہ ظالم کو ظلم سے روکیں گے اور مظلوم کی حفاظت کریں گے، اس لئے جس طرح ہم نے مشرقی پنجاب میں غیر مسلم ظالموں کے خلاف مسلمان مظلومین کی حمایت کی، اسی طرح مغربی پنجاب میں بھی ہم مسلمانوں کو ظلم سے روکنے اور غیر مسلموں کو بچانے کی پوری کوشش کرتے رہے، حتیٰ کہ ہمارے کارکنوں نے متعدد مقامات پر اپنی جانوں کو بھی خطرے میں ڈالنے سے گریز نہ کیا۔ لاہور، سیالکوٹ، گجرات، سرگودھا، جہلم، مردان اور پشاور کے اضلاع میں کئی مقامات پر ہمارے رفقاء اور ہمدرد حضرات نے نمایاں کام کیا۔

صوبہ سرحد کے ایک گاؤں میں جب مسلمان فسادی مقامی غیر مسلم آبادی کے قتل عام پر بالکل تل گئے اور انہوں نے گاؤں کا ہر طرف سے محاصرہ کر لیا اور زبانی تلقین کے لئے فسادیوں کے کان بہرے ثابت ہوئے تو ہمارے رفقاء اور ہمدردوں نے مظلومین کے تحفظ میں اپنی جانوں پر

کھیل جانے کا فیصلہ کیا اور اپنے بھائیوں اور رشتہ و برادری کے لوگوں پر واضح کر دیا کہ "آج ہم حق کی خاطر آپ کے خلاف لڑیں گے۔ ان بے گناہ غیر مسلموں کو گزند پہنچانے کے لئے آپ کو پہلے ہمارے سروں سے الگ کرنے پڑیں گے۔" نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے رشتہ و برادری کے سب لوگ فسادیوں سے کٹ کر ان کے ساتھ آملے، فسادی اپنے منصوبے میں ناکام ہو کر محاصرہ چھوڑ گئے اور غیر مسلموں کو بخیریت کیمپ میں پہنچا دیا گیا۔ عین فساد کے دوران میں ہمارے بعض رفقاء نے غیر مسلم لڑکیوں کو فسادیوں سے چھڑا کر کیمپوں میں ان کے اعزا، یا دوسرے غیر مسلم ذمہ دار لوگوں تک پہنچایا۔ بعض نے بے گناہ غیر مسلموں کو بچانے کے لئے اپنے سینکڑوں روپے خرچ کر دئے۔ ان کو قوم کا غدار، قومی مفاد کا دشمن، اور جذبۂ ایمانی سے خالی قرار دیا گیا اور ہر طرف سے ان پر طعنوں کی بوچھاڑ کی گئی لیکن انہوں نے کیا وہی کچھ جو انہیں مسلمان ہونے کی حیثیت سے کرنا چاہیے تھا۔ راستے میں مسلم فسادیوں کی ٹولیاں بھی انہیں راہ حق سے نہ پھیر سکیں ... حرف آیا۔ گاؤں کے لوگوں نے جس کے سربراہ کار لوگ ہمارے حلقۂ ہمدرداں میں شامل تھے، گردو نواح کے بارہ دیہات کے غیر مسلموں کو نہ صرف پناہ دی بلکہ انہیں بحفاظت رخصت کیا۔

(باقی مضمون صفحہ ۲۵۸) حصہ لینے سے یونہی گریز کرتا؟

سائل کو، اور اس جیسے تمام ایماندار تاجروں کو میرا مشورہ یہ ہے کہ اول تو وہ حکومت کے ٹیکس پوری طرح ادا کرنے کی کوشش کریں۔ لیکن اگر یہ بالکل ناممکن ہو جائے اور اس طرح ان کے لئے اپنا پیٹ پالنا بھی مشکل ہو تو پھر وہ صرف اس حد تک عام دکانداروں کی تقلید کر سکتے ہیں کہ اپنی بکری کا ایک حصہ رجسٹروں میں درج کریں اور ایک حصہ درج نہ کریں۔ مگر سرکاری کارندوں کے سامنے انہیں نہ جھوٹ بولنا چاہیے اور نہ ان کو رشوت دینی چاہیے۔ بلکہ ان سے صاف کہنا چاہیے کہ ہمارے حساب ادھورے ہیں اور ہم اس کے لئے تیار ہیں کہ آپ ہم پر مقدمہ چلا دیں۔ اگر مقدمہ چلایا جائے تو انہیں عدالت کے سامنے بازار کی تمام صورت حال صاف صاف کہہ دینی چاہیے اور یہ بھی بتا دینا چاہیے کہ ان حالات نے ایک ایماندار تاجر کے لئے حلال کی روٹی کمانا کس قدر دشوار کر دیا ہے۔ کاش کچھ صاحب ہمت لوگ ایسے ہوں جو اس طریقہ پر عمل کر گزریں۔ اس طرح قوم کے ضمیر کو یہ احساس دلانا آسان ہو جائیگا کہ موجودہ غلط نظامِ حکومت کی وجہ سے کس طرح ایمانداری خطا اور بے ایمانی صواب بن کر رہ گئی ہے۔